



خطرناک لقابتے میں

PDFBOOKSFREE.PK

۱۷
پچھون کیلئے دلچسپ اور خوبصورت ناول

خطرناک نقاب پوش

منظرہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز
پاک گیٹ
ملتان

جملہ حقوق بحق ناشران محفوظ

شادی کا دن

”جلدی کرو شہزاد! کہیں گاڑی چھوٹ نہ جائے۔“
فیصل نے قدرے تیز بلجے میں شہزاد سے مخاطب ہو کر کہا۔
”بھئی تمہیں گاڑی کی پڑی ہوتی ہے اور ہمارے ساتھ مسکند یہ ہے کہ ہماری بھوک ہی ختم ہونے میں نہیں آتی۔“ شہزاد نے برا سا منہ بناتے ہوئے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کیک پیس کو گھومتے ہوئے کہا۔

”ارے بھئی گاڑی میں بھی ڈانگ کار ہوتی ہے وہاں بیٹھ کر جتنا جی چاہے کھا لینا۔“ فیصل نے مسکرا کر کہا۔

”اور بل تمہارے ذمہ شہزاد نے اشیاق آمیز نظروں

ناشران — اشرف قریشی

— یوسف قریشی

پرنٹر — محمد یونس

طابع — ندیم یونس پرنٹرز لاہور

قیمت — ۴ روپے



سے فیصل کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ہاں ہاں! بل میرے ذمے۔ بس اب تم ناشتے کی میز سے اٹھ کھڑے ہو۔ فیصل نے جواب دیا۔
 واہ میرے شیر! یہ بات ہوئی تا۔ اب تم مجھے گاڑی چھوڑ ہوئی جہاز میں لے چلو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ شہزاد نے پھرتی سے اٹھتے ہوئے کہا۔
 مگر ہوئی جہاز میں تو ڈانٹنگ کار نہیں ہوتی۔ فیصل نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

ارے باپ رے، پھر تو میں ہوئی جہاز میں نہیں جا سکتا۔ گاڑی ہی ٹھیک رہے گی۔ شہزاد نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

اچھا اب باتیں بند۔ اور جلدی سے تیار ہو جاؤ گاڑی چھوٹنے میں صرف آدھا گھنٹہ باقی رہ گیا ہے۔ فیصل نے کہا اور شہزاد سر ہلاتا ہوا تیزی سے ہاتھ قدم میں گھس گیا۔ اور پھر دس منٹ بعد ہی وہ کھڑے بدل کر تیار ہو چکا تھا۔ فیصل تو پہلے ہی تیار کھڑا تھا چنانچہ وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے گھر سے باہر نکلے اور سڑک پر آکر ٹیکسی کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ مگر ٹیکسی کا کہیں دور نزدیک پتہ نہ تھا۔

کال ہے یہ ٹیکسی ہی نہیں مل رہی۔ کہیں تمام ٹیکسی والے کھانا کھانے تو نہیں بیٹھ گئے۔ شہزاد نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

سب تمہاری طرح پیٹو نہیں ہیں۔ تمہارا بس چلے تو تم تمام زندگی کھانے کی میز سے بلو ہی نہیں فیصل نے جواب دیا۔

کہاں یار، میں تو کچھ کھاتا ہی نہیں میری امی کو تو بس حسرت ہی رہی کہ شہزاد کچھ کھالے۔ شہزاد نے مسکین سی صورت بناتے ہوئے کہا۔
 ہاں ہاں مجھے علم ہے کہ واقعی تم کچھ نہیں کھاتے۔ فیصل نے مسکراتے ہوئے کہا اور اسی لمحے دور سے انہیں ایک خالی ٹیکسی آتی نظر آگئی۔ فیصل نے اسے رکنے کا اشارہ کیا اور چند لمحے بعد وہ دونوں ٹیکسی میں سوار ہو گئے۔

ریلوے اسٹیشن چلو۔ فیصل نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے ٹیکسی موڑی اور پھر تیزی سے اسے دوڑانے لگا۔

بھئی ٹیکسی ڈرائیور! اور تیز چلاؤ مجھے بھوک لگی ہے۔ شہزاد نے ٹیکسی ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

جی! کیا فرمایا بھوک لگی ہے؟ ٹیکسی ڈرائیور نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔
ہاں بھئی۔ بھوک کے مارے پیٹ میں شیر اور پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ شہزاد نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

”تو پھر پہلے آپ کو ہوٹل نہ لے چلوں۔“ ٹیکسی ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
”نہیں بھئی، اس کی باتوں میں نہ آؤ اور اسٹیشن لے چلو۔ اسے تو دنیا میں سولتے کھانے کے اور کسی چیز سے مطلب ہی نہیں۔“ فیصل نے ہنستے ہوئے کہا اور ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا۔

متوڑی دیر بعد وہ ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے فیصل نے کرایہ دیا اور پھر شہزاد کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔

”ارے آہستہ چلو۔ بھوک کے مارے مجھ سے تو چلا ہی نہیں جاتا۔“ ہانگوں میں بکت ہی نہیں رہی۔ شہزاد نے منتہاتے ہوئے کہا مگر فیصل نے پرداہ نہ کی اور اسے کھینچا ہوا اسٹیشن پر پہنچ گیا۔

گاڑی اسٹیشن پر پہلے ہی پہنچ چکی تھی اور اب چلنے ہی والی تھی جیسے ہی وہ دونوں اسٹیشن پر پہنچے۔ گاڑی نے دل دمی اور پھر حرکت میں آگئی۔

”آؤ آؤ جلدی کرو گاڑی چل پڑی ہے۔“ فیصل نے تیز لہجے میں کہا اور پھر وہ شہزاد کو کھینچتے ہوئے سامنے والے ڈبے کی طرف بھاگ پڑا۔
”ارے مگر یہ تو ڈانگ کار نہیں ہے۔“ شہزاد نے چیخ کر کہا۔

مگر فیصل نے اس کی ایک نہ سنی اور سامنے والے ڈبے میں سوار ہو گیا۔ شہزاد کو بھی مجبوراً اسی ڈبے میں سوار ہونا پڑا۔ یہ ڈبہ فرسٹ کلاس کا تھا اور اس میں صرف چند مسافر موجود تھے۔ وہ دونوں ایک برقعہ پر جاکر بیٹھ گئے۔ ڈبے میں موجود مسافروں نے حیرت سے ان دونوں لڑکوں کو دیکھا مگر کوئی بولا نہیں۔

”میری بھوک کا کیا ہوگا؟“ شہزاد نے سیٹ پر بیٹھتے ہی کہا۔

”کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا صبر کرو۔“ فیصل نے

مکراتے ہوئے جواب دیا۔
 "ارے کیسے ہو جلتے گا یہاں تو مجھے کہیں
 کھانا نظر نہیں آ رہا؟ شہزاد نے حیرت سے ادھر
 ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"کھانا تو ڈاننگ کار میں ملے گا۔ مگر ابھی تو
 کھانے کا وقت نہیں ہوا؟ ایک ادھیڑ عمر مسافر
 نے جو ان کی سامنے والی سیٹ پر بیٹھا تھا مکراتے
 ہوئے کہا۔

"کھانے کا وقت! کمال ہے کھانے کا بھی کوئی
 وقت ہوتا ہے۔ بس جب آدمی کو بھوک لگے کھانے
 کا وقت وہی ہوتا ہے؟ شہزاد نے حیرت بھرے لہجے
 میں اس آدمی کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔
 "تو کیا تم ناشتہ کر کے گھر سے نہیں نکلتے تھے؟

اس آدمی نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔
 "ارے کہاں فیصل نے ناشتہ کرنے ہی نہیں دیا؟
 شہزاد نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اگر تمہیں ناشتہ کرنے دیتا تو تمہارا ناشتہ دوپہر
 کے کھانے اور رات کے کھانے اور پھر دوسری صبح
 کے ناشتے اور پھر کل کے دوپہر کے کھانے اور

کل رات کے کھانے اور پھر پرسوں صبح کا ناشتہ۔"
 فیصل نے کہنا شروع کیا۔
 "ارے ارے نواغزادہ میری بھوک کو نظر لگا ہے
 ہو۔ میں تو کھاتا ہی کچھ نہیں؟ شہزاد نے اس کی
 بات کاٹتے ہوئے کہا۔

اور اس کی بات پر نہ صرف وہ مسافر بلکہ باقی
 مسافر بھی بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑے۔
 "تم دونوں جا کہاں رہے ہو؟ اس ادھیڑ عمر مسافر
 نے مکراتے ہوئے پوچھا۔

"جہاں کھانا بغیر وقت کی پابندی کے ملے۔ شہزاد
 نے فوراً جواب دیا۔

"ہم تفریح کرنے والا بار جا رہے ہیں۔" فیصل نے
 بے نیگی سے جواب دیا۔

"اکیلے؟" مسافر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 "کال ہے آپ ہیں اکیلا سمجھ رہے ہیں میرا
 پیٹ میرے ساتھ ہے پھر مجھے کسی اور کی کیا
 پرواہ ہے؟" شہزاد نے اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے
 ہوئے کہا۔

"جی ہاں! ہم اکیلے ہی جا رہے ہیں وہاں ہمارے

چھا رہتے ہیں؟ فیصل نے جواب دیا۔
پھر اس سے پہلے کہ کوئی اور بات ہوتی ٹکٹ
چیکر اندر داخل ہوا اور اس نے مسافروں کے ٹکٹ
چیک کرنے شروع کر دیئے۔ سب سے آخر میں
وہ فیصل اور شہزاد کے پاس پہنچا۔
ٹکٹ پلینز، ٹکٹ چیکر نے شہزاد سے مخاطب
ہو کر کہا۔

کھانا پلینز؟ شہزاد نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔
کیا مطلب؟ ٹکٹ چیکر نے حیرت بھرے لہجے
میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
بھئی کمال کا ہوٹل ہے یہ جہاں کے ویٹر کھانے
کا مطلب بھی نہیں سمجھتے؟ شہزاد نے بھی جواب
میں لہجے کو حیرت زدہ بناتے ہوئے کہا۔
میں ٹکٹ چیکر ہوں ویٹر نہیں۔ اور یہ
ریل گاڑی ہے ہوٹل نہیں؟ ٹکٹ چیکر نے اس بار
مختصلاً لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
ویٹر نہیں، ہوٹل نہیں۔ بھئی یہ نہیں کی گردان
مجھے بالکل اچھی نہیں لگتی۔ کھانے کے معاملے میں
نہیں کا لفظ مجھے زہر لگتا ہے سمجھے آپ؟ شہزاد

نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔
چھوڑیے ٹکٹ چیکر صاحب! یہ لیجیے ٹکٹ؟ فیصل
نے مکرانے ہوئے ٹکٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے
کہا۔
ٹکٹ چیکر نے برا سا منہ بناتے ہوئے ٹکٹ
چیک کئے اور پھر فیصل کی طرف واپس بڑھاتے
ہوئے کہا۔

آپ کے ساتھی کو مذاق کرنے کا سلیقہ نہیں آتا
اسے سمجھائیے؟ ٹکٹ چیکر نے کہا اور پھر تیزی
سے کمرے سے باہر نکل گیا۔
ہوں، کھانے کا مطلب نہیں آتا اور سلیقہ سکھا
رہا ہے۔ ہونہ؟ شہزاد نے برا سا منہ بناتے
ہوئے کہا اور اس کے لہجے پر ایک بار پھر
سب بے اختیار ہنس پڑے۔
چند لمحے ڈپے میں خاموشی رہی۔ پھر شہزاد نے
ہی خاموشی توڑتے ہوئے کہا۔
یار فیصل! ابھی کھانے کا وقت نہیں ہوا۔ خدا
کی قسم میری تو بھوک کے مارے جان لبوں پر
آگئی ہے؟ شہزاد نے کہا۔

"تو نکل جانے دو اسے لبوں سے، تمہارا کیا بگڑتا ہے۔ معدہ کچھ اور خالی ہو جائیگا، فیصل نے مسکراتے ہوئے کہا

"ہاں تم تو یہی کہو گے تاکہ میرے جھٹے کا کھانا بھی خود کھا سکو۔" شہزاد نے غصیلے لہجے میں کہا پھر اس سے پہلے کہ فیصل کوئی جواب دیتا، باہر راہداری میں دڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے ان کے ڈپے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور ایک لمبا ترنگا آدمی اندر داخل ہوا۔ وہ سب اسے دیکھتے ہی حیرت سے بت بن گئے کیونکہ اس شخص نے چہرے پر سرخ رنگ کا نقاب چڑھایا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک سائنسر لگا ریولور موجود تھا۔

اس نے اندر داخل ہوتے ہی ایک جھٹکے سے شہزاد کو گردن سے پکڑا اور اسے گھسیٹتے ہوئے ملحقہ غلخانے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ "اگر کسی نے میرے متعلق کسی کو کچھ بتایا تو میں اس روکے کو ذبح کر دوں گا۔" نقاب پوش نے بیڑیے کی طرح عزتے ہوئے کہا اور پھر وہ

شہزاد کو گھسیٹتا ہوا غلخانے میں گھس گیا۔ ادھر جیسے ہی غلخانے کا دروازہ بند ہوا ٹپ کا دروازہ ایک بار پھر دھماکے سے کھلا اور تین چار پولیس افسر اندر داخل ہوئے ان سب کے ہاتھوں میں ریولور تھے۔

"کوئی نقاب پوش تو یہاں نہیں آیا؟ ان میں سے ایک نے تیز لہجے میں فیصل سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"جی نہیں، یہاں تو کوئی نہیں آیا۔" فیصل نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ باقی مسافر بھی خاموش رہے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"غلخانے میں تو کوئی نہیں؟ پولیس افسر نے ایک اور سوال کرتے ہوئے کہا۔

"جناب میرا ساتھی ہے۔" فیصل نے اُسی طرح اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے! آپ لوگ محتاط رہیں۔ وہ ایک خطرناک مجرم ہے۔" پولیس افسروں نے کہا اور پھر وہ تیزی سے باہر مڑ گئے۔

ان کے باہر جاتے ہی غسل خانے کا دروازہ کھلا اور نقاب پوش شہزاد کو دھکیٹا ہوا باہر آگیا۔ تمہارے ان جوابوں سے اس رط کے کسی زندگی بچ گئی۔ نقاب پوش نے اُسے فیصل کے قریب سیٹ پر دھکیٹے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ دروازہ سے ٹیک لگا کر ان کی طرف ریوالور کا رخ کئے کھڑا ہو گیا۔

”جناب نقاب پوش صاحب! کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ مل جائیگا؟ شہزاد نے اپنے آپ کو نبھالتے ہوئے کہا۔

”شٹ آپ! خاموش رہو ورنہ گولی مار دوں گا۔“ نقاب پوش نے غراتے ہوئے جواب دیا۔

”اسی لمحے گاڑی آہستہ ہونے لگی، شاید کوئی ایشین آ رہا تھا۔ پھر جیسے ہی گاڑی رکی، نقاب پوش نے تیزی سے دروازہ کھولا اور باہر بھاگ گیا۔ چند لمحوں بعد دور سے گولیوں کے چلنے کی آوازیں آئیں اور پھر خاموشی چھا گئی۔ فیصل اور شہزاد بھی دوسرے مسافروں کی طرح باہر آ گئے۔

نقاب پوش شکل گیا۔ ایک مسافر نے کہا: انہوں

نے دیکھا کہ گاڑی کے باہر پولیس ہی پولیس موجود تھی۔

چند لمحوں بعد پولیس پیچھے ہٹ گئی اور گاڑی

ایک بار پھر حرکت میں آگئی۔ کچھ بتاتا ہی نہیں نہ

”کھانے کے متعلق کوئی کچھ بتاتا ہی نہیں نہ“ ٹھٹ چیکر اور نہ نقاب پوش شہزاد نے برا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

”تم جان نہیں چھوڑو گے۔ آؤ ڈائننگ کار میں چلیں۔ فیصل نے تنگ آتے ہوئے کہا اور شہزاد کے چہرے پر یوں خوشیاں اٹھ آئیں جیسے اُسے پورے جہاں کی دولت مل گئی ہو۔

صبح ہی وہ یہاں پہنچے تھے۔
 ہاں تو فیصل! تم نے گاڑی میں اس سرخ
 نقاب پوش کو دیکھا تھا۔ کرنل عرنی نے بڑی دلچسپی
 سے پوچھا۔ کیونکہ فیصل نے آتے ہی کرنل عرنی کو
 اس حیرت انگیز واقعہ کے متعلق بتانا شروع کر دیا تھا۔
 ہاں انکل! وہ بڑا خوفناک آدمی تھا۔ اس نے
 شہزاد کو گردن سے پکڑ کر غسل خانے میں گھسیٹ
 لیا۔ وہ تو شکر ہے کہ پولیس نے غسل خانہ چیک
 نہیں کیا ورنہ شہزاد صاحب تو "قیں" ہو ہی چکے
 تھے۔ فیصل نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "قیں! کیا مطلب؟ کرنل عرنی نے چونک کر پوچھا
 "مطلب یہ کہ دوسرے جہاں کی طرف پرواز کر
 چکے ہوتے۔" فیصل نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "اچھا اچھا، مگر تم اس کی جسامت کے متعلق
 تو بتاؤ۔ کرنل عرنی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 "بس لمبا تڑنگا آدمی تھا۔ سر کے بال بیدھے
 کھڑے ہوئے تھے۔ سیاہ رنگ کا چست لباس پہنا
 ہوا تھا۔" فیصل نے جواب دیا۔
 "انکل اگر آپ مجھے ابھی کچھ کھانے کو دینے کا

مالابار پہاڑی کے شمالی طرف ایک خوبصورت
 سی کوٹھی میں اس وقت فیصل اور شہزاد بیٹھے ہوئے
 تھے۔ سامنے صوفے پر فیصل کے چچا کرنل عرنی موجود
 تھے۔ کرنل عرنی فوج کے خفیہ شعبے میں ایک اعلیٰ
 افسر تھے اور فوج میں بحیثیت سرخ رساں ان
 کا ہم انتہائی احترام سے لیا جاتا تھا جب بھی
 کسی مسئلے میں ملک کی پولیس اور دیگر ادارے
 ناگام ہو جاتے تو پھر فوج کے خفیہ شعبے سے
 امداد کی درخواست کی جاتی اور عام طور پر اس قسم
 کے کام کرنل عرنی کے سپرد کئے جاتے تھے۔ گذشتہ
 کئی ماہ سے کرنل عرنی مالابار میں مقیم تھے فیصل اور
 شہزاد بھی تفریح کرنے مالابار آئے تھے اور آج

دعہ کریں تو ایک خاص بات بتاؤں؟ شہزاد جو اب
مک خاموش بیٹھا تھا اچانک بول پڑا۔
”ارے تو تم نے کھانا نہیں کھایا؟“ کرنل عرفی
چونک پڑے۔

”کہاں کھایا ہے بس ابھی سونگھا ہی تھا کہ
کھانا ختم ہو گیا اور خانساں کہنے لگا کہ اب اور
کچھ نہیں ہے“ شہزاد نے برا سا منہ بناتے ہوئے
کہا۔
”کرنل عرفی نے یہ سنتے ہی زور سے خانساں کو
آواز دی اور خانساں دوسرے لمحے کسی جن کی
طرح نازل ہو گیا۔“

”جی“ خانساں نے بڑی فرمانبرداری سے پوچھا۔
”بھئی شہزاد کو کھانا کیوں نہیں دیا؟“ کرنل عرفی
نے تھوڑے غصے سے پوچھا۔

”جی کھانا“ خانساں کی حیرت عروج پر تھی۔
”ہاں بھئی وہ کہہ رہا ہے کہ وہ ابھی بھوکا تھا
کہ تم نے جواب دے دیا؟“ کرنل عرفی نے کہا۔

”شہزاد صاحب دو مرغ مسلم، دو چٹائیاں، دو
بڑی پیٹیاں چائے کی، ایک پیٹ فیرنی کی، دو کپ

آئیکیم اور چار پیالیاں چائے کی پی چکے ہیں۔ خانساں
نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
”کیا واقعی شہزاد؟“ کرنل عرفی کی آنکھیں حیرت سے
پھٹی پڑ رہی تھیں۔

”یہ تو ٹھیک ہے جناب مگر بھوک؟“ شہزاد نے
بڑے معصوم سے ہنسنے میں کہا۔

”اگل آپ اس کی بات چھوڑیے، اس کے ساتھ
کا پیٹو تو شاید پوری دنیا میں نہ ملے؟“ فیصل نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

”خانساں! آئندہ جب تک شہزاد کھانا رہے تم نے
اسے کھاتے رکھنا ہے۔ چاہے پورے مالابار کا راشن
ہی کیوں نہ ختم ہو جائے؟“ کرنل عرفی نے خانساں
سے مخاطب ہو کر کہا اور خانساں نے سر ہل دیا۔
”آؤ چلیں اب ہماری بات؟“ شہزاد نے اٹھتے
ہوئے کہا۔

”ارے کہاں؟“ کرنل عرفی نے حیرت سے پوچھا۔
”جی کھانا کھائے؟“ شہزاد نے بڑی معصیت سے
جواب دیا۔

”ارے اے کھانا تیار تو کرتے دو؟“ کرنل عرفی نے

مسکراتے ہوئے کہا اور شہزاد یوں دوبارہ کرسی پر ڈھیر ہو گیا جیسے اس کی امیدوں پر پانی پھر گیا ہو۔
تم جاؤ خانسماں اور شہزاد صاحب کے لئے کھانا تیار کرو۔ کرنل عرفی نے خانسماں سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ سر ہلا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔
"ہاں تو شہزاد! تم نقاب پوش کے بارے میں کوئی خاص بات بتا رہے تھے۔" کرنل عرفی نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"بات یہ ہے انکل کہ جب اس نقاب پوش نے مجھے پکڑا تو مجھے بیحد بھوک لگی ہوئی تھی اور پھر میری نظر اس کی کلائی پر پڑی۔ اس کی کلائی پر ایک عجیب و غریب قسم کی مچھلی بنی ہوئی تھی۔ ایسی مچھلی جس کی دم اس کے منہ میں جھکی ہوئی تھی۔ اس وقت میرا جی چاہا تھا کہ کاش یہ مچھلی حقیقی ہوتی تو میں اسے کھا جاتا۔ شہزاد نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ مچھلی جس کی دم اس کے منہ میں جھکی ہوئی۔ اوہ تو وہ نقاب پوش یقیناً وہی ہے جس کی مجھے تلاش ہے۔ کرنل عرفی نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

کیا مطلب انکل! کچھ جیس جیس بتائیے؟ فیصل اور شہزاد دونوں نے چونک کر کہا۔
"یہ تمہارے بتانے کی بات نہیں۔" کرنل عرفی نے جواب دیا۔ اب انہوں نے اپنے آپ کو قد سے سنبھال لیا تھا۔ مگر جب ان دونوں نے بیحد اصرار کیا تو کرنل عرفی بتانے پر مجبور ہو گئے۔

"بات یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ایک پراسرار گروہ سکھ کر رہا ہے۔ یہ ہمارے دفاعی راز چرانا چاہتے ہیں۔ اس گروہ کا نشان مچھلی ہے اور یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ اس گروہ کا سرغنہ کوئی انتہائی خطرناک آدمی ہے اور اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کی کلائی پر جو مچھلی کھدی ہوئی ہے اس کی دم اس کے منہ میں ہے۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ اس گروہ کا ہیڈ کوارٹر مالابار کی پہاڑیوں میں ہے اسی لئے میں یہاں آ گیا تھا۔ اس گروہ کے سب آدمی ہم نے گرفتار کر لئے ہیں مگر ان کا سرغنہ متھے نہیں چڑھ رہا۔ اور جب تک وہ سرغنہ ہاتھ نہ آئے اس گروہ کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔" کرنل عرفی نے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

مگر اکل! وہ سرغنہ یوں کھٹے عام نقاب پہننے
گڑی میں کیا کرتا پھر رہا تھا اور پھر پولیس
بھی اس کے پیچھے سہتی: فیصل نے کہا۔
میرا خیال ہے کہ وہ مجھ کا ہوگا اس لئے گڑی
میں کھانا کھانے گیا ہوگا: شہزاد نے جواب دیتے
ہوئے کہا۔

اسی بات پر تو میں حیران ہو رہا ہوں۔ بہر حال
میں ابھی پتہ کرتا ہوں: کرنل عرفی نے کہا اور پھر
وہ اٹھ کر تیز تیز قدموں سے باہر چلے گئے۔
شہزاد! ابھی کھانا تیار ہونے میں بہت دیر ہے۔
کیوں نہ چل کر پہاڑی کی سیر کی جائے: فیصل نے
تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

اے ہاں! یہاں ہوٹل وغیرہ بھی تو ہونگے چلو کچھ
ٹوڑا سا کھا پی بھی لیں گے: شہزاد نے اٹھتے ہوئے
کہا۔

ہاں ہاں ضرور کھا پی لیں گے: فیصل نے نہتے ہوتے
کہا اور پھر وہ دونوں تیز تیز چلتے کوٹھی کے گیٹ
سے باہر آ گئے۔

یہ ایک بڑی سی غار تھی جس کے دھانے پر
ایک بڑا سا پتھر یوں لٹکا ہوا تھا کہ روشنی کی ایک
کرن بھی اندر نہ آ رہی تھی۔ غار میں ایک بڑا سا
پیڑ میکس لیمپ جل رہا تھا اور غار میں ایک طرف
کھانے کے بیشتر ڈبے موجود تھے جبکہ اس کے
دھانے کے قریب تین افراد فرش پر بیٹھے ہوئے تھے
وہ تینوں ہی غیر ملکی تھے اور ان کے درمیان میں
ایک نقشہ رکھا ہوا تھا۔

مارٹن! دیکھو یہ سرخ رنگ کا نشان ہی ہمساری
مطلوبہ جگہ ہو سکتی ہے: ایک غیر ملکی نے دوسرے سے
مناظرہ ہو کر کہا۔

ہاں لگتا تو ایسا ہی ہے مگر ہمیں وہاں حملہ

دیا، غار میں سیٹی بجنے کی ہلکی سی آواز گونجی اور ان تینوں نے چونک کر قریب پڑے ایک بڑے سے ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا جس پر موجود چھوٹا سا بلب تیزی سے جل بجھ رہا تھا۔ مارٹن نے پھرتی سے ٹرانسمیٹر کا ایک بٹن دبا دیا اور دوسرے لمحے غار میں ایک ہلکی سی آواز گونجنے لگی۔

باس سپیکنگ، میں پوائنٹ پر آ رہا ہوں۔ دروازہ کھول دو۔ اور۔ دوسری طرف سے باس کی آواز سنائی دی اور مارٹن نے پھرتی سے بٹن آف کر دیا اور پھر وہ اٹھکر غار کے دھانے کی طرف بڑھ گیا اس نے ایک دیوار کی جڑ میں پڑا ہوا پتھر ہٹایا تو اس کے نیچے ایک چھوٹا سا بٹن موجود تھا مارٹن نے اس بٹن کو دبا دیا اور پھر واپس اپنی جگہ پر آگیا۔ چند لمحوں بعد باہر قدموں کی آہٹ ابھری اور دوسرے لمحے وہ پتھر غار کے دھانے سے کسی دروازے کی طرح ہٹتا چلا گیا۔ دوسرے لمحے ایک لمبا تڑنگا قوی میکل آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر سرج رنگ کا نقاب موجود تھا۔ اس کے

کرنے سے پہلے باس کا انتظار کر لینا چاہیے؟ مارٹن نے جواب دیا۔

ظاہر ہے باس کی اجازت کے بغیر ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ ویسے باس نے ہمت اور دلیری کی انتہا کر دی ہے۔ اس نے دن کی روشنی میں گڑی میں موجود اعلیٰ فوجی افسر کو قتل کر کے اس سے نقشہ حاصل کیا اور پھر سرج بپا کر نکل آنے میں بھی کامیاب ہو گیا۔ پہلے والے غیر ملکی نے فخر آمیز لہجے میں کہا۔

باس کی یہی خواہاں تو ہیں جن کی وجہ سے وہ آج تک پکڑا نہیں گیا۔ اس قدر ہمت اور دلیری ظاہر ہے اور کسی کے بس کی نہیں۔ مارٹن نے جواب دیا۔

ویسے باس نے بہت بڑا رسک اٹھایا تھا اس گڑی میں اس اعلیٰ فوجی افسر کی حفاظت کے لئے بشمل پولیس موجود تھی اگر باس پکڑا جاتا تو تیسرے غیر ملکی نے پہلی بار زبان کھولتے ہوئے کہا۔

باس تو چھلدا ہے چھلدا ساڈر۔ آسے جلا کون پڑ سکتا ہے؟ مارٹن نے کہا۔

پھر اس سے پہلے کہ اس کی بات کا کوئی جواب

اندر آتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا
"ہیلو"۔ باس نے کہا۔

"ہیں باس" ان تینوں نے احتراماً کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو" نقاب پوش نے کہا اور پھر وہ خود بھی نیچے بیٹھ گیا اس کے بیٹھتے ہی وہ تینوں بھی بیٹھ گئے۔

"تم نے نقشہ دیکھ لیا" نقاب پوش نے پوچھا۔

"ہیں باس! اس میں موجود سرخ نشان ہی ہماری مطلوبہ جگہ ہو سکتی ہے" مارٹن نے کہا۔

"ہاں تم نے صحیح سمجھا ہے۔ میں نے اس جگہ کا جائزہ لے لیا ہے۔ یہ پہاڑی کے شمال کی طرف ایک چھوٹی سی کوٹھی ہے جس میں ایک کرنل عرفی نام کا شخص رہتا ہے۔ ہمیں آج رات اس کوٹھی پر حملہ کرنا ہے"۔ باس نے کہا۔

"اوکے" باس ہم تیار ہیں" مارٹن نے جواب دیا۔

"میری بات اب غور سے سنو۔ آج رات بارہ بجے تم تینوں یہاں سے نکلو گے اور اس کوٹھی کے قریب سرخ چھت والی کوٹھی کے قریب پہنچو گے۔ میں تمہیں

وہیں ملوں گا اور باقی تفصیلات وہیں بتاؤں گا۔ بس یاد رکھنا کہ ہماری مطلوبہ کوٹھی کی چھت سبز رنگ کی مائلوں سے بنی ہوئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم کہیں غلط جگہ پر پہنچ جاؤ"۔ نقاب پوش نے کہا۔
آپ بے فکر رہیں جناب! ہم صحیح وقت پر پہنچ جائیں گے" مارٹن نے جواب دیا۔

"اور سنو! پوری طرح تیار ہو کر آنا۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں کسی بڑے مقابلے کا سامنا کرنا پڑ جائے"۔ نقاب پوش نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب" مارٹن نے جواب دیا۔
"اوکے"۔ باس نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر غار کے دھانے کی طرف چل دیا۔

شارہ کرتے ہوئے کہا
 کہیں بیٹھا کھانا تو نہیں کھا رہا؟ شہزاد نے بڑے
 رازدارانہ انداز میں پوچھا۔
 ناموش رہو، مجھے دال میں کالا نظر آ رہا ہے۔

فیصل نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 "دال! کہاں ہے دال؟ اس بھوک میں تو دال
 بھی مرغِ مستم سے لذیذ لگتی ہے۔" شہزاد دال کا
 نام سنتے ہی اچھل پڑا۔

فیصل نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ناموشی سے
 انہیں جھاڑیوں کو دیکھتا رہا۔ اور پھر چند لمحوں بعد وہ
 چونک پڑا۔ اس نے ایک لمبے تڑنگے شخص کو ایک
 جھاڑی کی اوٹ سے نکل کر آتے دیکھا۔ اس شخص
 نے سیاہ رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا اور اس کے
 ہاتھ میں ایک رائفل تھی۔ وہ بڑے اطمینان سے جھاڑیاں
 چھانگتا ہوا اوپر چوٹی کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔

یہ تو کوئی شکاری لگتا ہے۔ شاید اس نے کوئی
 خرگوش مارا ہو اور پھر اُسے بھون کر وہاں کسی جھاڑی
 کے پیچھے رکھ آیا ہو۔ شہزاد نے پُر امید لہجے میں کہا
 "شہزاد! کھانے کے علاوہ تمہارا ذہن کچھ اور نہیں

فیصل اور شہزاد کو مٹی سے نکل کر گھومتے پھرتے
 پہاڑی کی جنوبی طرف نکل آئے۔ اس طرف مکانات
 نہیں تھے اور ہر طرف چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں کثرت
 سے موجود تھیں۔

یار فیصل تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا مجھے بھوکے
 مارنے کا ارادہ ہے؟ شہزاد نے برا سا منہ بناتے
 ہوئے کہا۔

شش: فیصل نے اپنا ہنٹوں پر انگلی رکھتے
 ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے شہزاد کو
 بازو سے پکڑ کر ایک جھاڑی کے پیچھے گھسیٹ لیا۔
 "کوئی آدمی نیچے جھاڑیوں کے پیچھے حرکت کر رہا
 ہے۔" فیصل نے دور گہرائی میں موجود جھاڑیوں کی طرف

پل پڑا۔

ارے ارے مشہور، میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ ہو سکتا ہے یہ آدمی کسی ہوٹل میں جا رہا ہو اور ہم اس کے پیچھے چلتے ہوئے اس ہوٹل میں پہنچ جائیں۔ شہزاد نے تیز تیز چلتے ہوئے کہا۔ مگر دوسرے لمحے وہ ٹھٹھک کر رک گئے کیونکہ وہ آدمی ایک گھل میں کھڑی ہوئی سرخ رنگ کی کار میں بیٹھ کر آگے بڑھ گیا۔ کار بالکل نئی تھی اور اس پر کوئی نمبر پٹ بھی نہ تھی۔

”لو پیارے وہ تو چلا گیا اب“ شہزاد نے بڑے مایوس لہجے میں کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ ہم اب وہاں چل کر دیکھتے ہیں جہاں یہ جھاڑی کے پیچھے چھپا ہوا تھا“ فیصل نے کہا اور پھر واپس مر گیا۔

”واہ واہ اب ہوئی نا بات۔ بھڑنا ہوا خرگوش ضرور مل جائے گا“ شہزاد نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں تیزی سے جھاڑیاں پار کرتے ہوئے نیچے اترتے چلے گئے۔

فیصل اندازے کے مطابق اس جگہ جا کر رک گیا جہاں

سوچ سکتا۔ اس آدمی کی چال ڈھال دیکھو۔ مجھے لگتا ہے جیسے اسے کہیں دیکھا ہوا ہو۔ فیصل نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”ضرور دیکھا ہوگا۔ شاید کسی ہوٹل میں بیٹھا ہو۔ اس نے ہمیں کھانا لاکر دیا ہو۔“ شہزاد نے بڑے اطمینان سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں ابھی تک ایک جھاڑی کے پیچھے چھپے بیٹھے تھے۔ وہ آدمی بڑے اطمینان سے چلتا ہوا ان کے قریب سے گذرا اور پھر اوپر چوٹی پر پہنچ کر ایک طرف بڑھنے لگا۔ فیصل نے اسے بڑے غور سے دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شدید الجھن نمایاں تھی جیسے وہ کوئی اہم بات یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو مگر اسے یاد نہ آ رہی ہو۔

جب وہ آدمی ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تو فیصل تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”شہزاد تم واپس کو مٹھی جاؤ۔ میں اس آدمی کا پیچھا کرتا ہوں۔ مجھے ایک شک ہوا ہے۔ شاید میرا شک درست ثابت ہو۔ فیصل نے شہزاد سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر دوڑ کر تیزی سے اس آدمی کے پیچھے

اس کے خیال کے مطابق وہ آدمی چھپا ہوا تھا مگر وہاں ہر طرف سوائے جھاڑیوں کے اور کچھ نہ تھا مگر دوسرے لمحے وہ چونک پڑا کیونکہ شہزاد نے اس کا ہاتھ دبا کر بڑے پراسرار لہجے میں کہا۔
فیصل فیصل! یہاں کہیں قریب ہی بہت سی مقدار میں کھانا موجود ہے۔ تجھے کھانے کی خوشبو آرہی ہے۔

کھانا اور یہاں، تمہارا تو داغ خراب ہو گیا ہے۔ فیصل نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔
"نہیں یار! یہاں قریب ہی کہیں کھانے کا انبار موجود ہے۔ میری ناک کھانے کے معاملے میں دھوکہ نہیں دے سکتی! شہزاد نے ناک سے زور زور سے سانس لیتے ہوئے کہا۔

تو پھر ڈھونڈو کھانا۔ میں تو تھک گیا ہوں فیصل نے بیزاری سے کہا اور پھر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ شہزاد کی حالت البتہ اس سے مختلف تھی۔ وہ یوں چونکا دکھائی دے رہا تھا جیسے شکاری کو شکار کی بو مل گئی ہو۔ وہ بڑی تیز نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اور پھر اس نے جھک کر ایک

جگہ اپنی ناک زمین کے قریب لگائی اور پھر یوں ہی جھکے جھکے وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک جھاڑی کے قریب جا کر رک گیا۔ اس کے چہرے پر یکدم خوشیوں کی آبشار سی بہنے لگی اور وہ زور زور سے سانس لے رہا تھا اور پھر اس نے فیصل کی طرف دیکھتے ہوئے زور زور سے ہاتھ بلانا شروع کر دیا۔

جلدی آؤ جلدی آؤ، یہاں کھانا موجود ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ ساتھ ہی شہزاد نے زور زور سے چیخا شروع کر دیا۔

فیصل اٹھ کر تیزی سے شہزاد کی طرف بھاگا اور پھر جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچا، اچانک ٹھٹھک کر رک گیا۔ کیونکہ وہاں ایک بڑے پتھر کے سوا کچھ نہیں تھا۔

کہاں ہے کھانا؟ بلی کو خواب چھپڑوں کے فیصل نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

میں سچ کہہ رہا ہوں فیصل! یہاں بشار کھانا موجود ہے۔ اب وہ ہے کہاں، یہ ڈھونڈنا تمہارا کام ہے۔ شہزاد نے بڑے پراسرار لہجے میں کہا۔

کے غور، دھانے دیکھ کر وہ ساکت ہو گئے فیصل
نے خاموشی سے ہاتھ اٹھالئے۔ شہزاد نے بعد
اس کی پیروی کی۔

میلو ادھر غار میں۔ خبردار اگر کسی نے غلط
حرکت کی تو گولیاں سینے کے پار ہو جائیں گی۔
اسی آدمی نے غراتے ہوئے کہا۔

مگر ہمارا قصور، شہزاد نے منمناتے ہوئے بچے
میں کہا۔

مگر اس کی بات کا کسی نے کوئی جواب نہ دیا
اور پھر وہ دونوں غار کے اندر پہنچ گئے۔

دیکھا فیصل! میں نہ کہتا تھا کہ یہاں کھانے
کا بہت بڑا ڈھیر موجود ہے۔ شہزاد نے غار کے
ایک کونے میں کھانے کے ڈبوں کا ڈھیر دیکھتے
ہوئے مسرت سے بھرپور بچے میں کہا مگر اس
کی بات کا کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

ان دونوں کے علاوہ غار میں ایک تیسرا آدمی
بھی موجود تھا اس کے ہاتھ میں بھی ایک مشین گن تھی
کارٹر! ان کے ہاتھ اور پیر باندھ دئے انہی
اند سے آنے والوں میں سے ایک نے غار میں

فیصل چند لمحے خاموش رہا۔ اس کی تیز نظریں
اسی پتھر پر جمی ہوئی تھیں۔ اسے خیال آیا کہ
شائد شہزاد صحیح کہہ رہا ہو۔ کھانے کے معاملے
میں اس کی ناک واقعی بے حد تیز تھی۔ اور پھر
وہ آدمی بھی یہیں چھپا ہوا تھا۔ شائد کوئی چکر
ہو۔

آؤ ادھر ادھر گھوم پھر کر دیکھیں۔ فیصل نے
کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں ایک اور
جھاڑی کی طرف مڑ گئے۔

جیسے ہی ان کی پشت پتھر کی طرف ہوئی
پتھر بے آواز انداز میں ایک طرف ہٹتا چلا گیا
اور اس کے پیچھے سے دو آدمی نمودار ہوئے
ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ انہوں نے ایک
لمحے کے لئے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور
پھر انہوں نے رائفلوں کا رخ فیصل اور شہزاد
کی طرف کیا اور دوسرے لمحے فضا میں ایک تیز
آواز گونجی۔

خبردار! اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔
وہ دونوں تیزی سے مڑے اور پھر سامنے مشین گنوں

فیصل نے بڑے پُراعتماد لہجے میں کہا۔
 اور اتنا کھانا رکھنے کے باوجود ابھی تک تم
 نے کھانے کی پیشکش نہیں کی جبکہ بھوک کے
 مارے میری آنتیں قُل ہواللہ تو کیا پورا قرآن
 تلاوت کر رہی ہیں۔ شہزاد نے بڑے اشتیاق آمیز
 لہجے میں اس کوٹے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا
 جہاں کھانے کے ڈبوں کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے
 تم دونوں ملاپار میں کہاں رہتے ہو؟ اسی آدمی
 نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اپنے انکل کی کوٹھی میں کرنل عرفی میرے انکل
 میں فیصل نے جواب دیا۔

"اوہ! تم کرنل عرفی کے بھتیجے ہو۔ اسی کرنل عرفی
 کے جس کی کوٹھی کی چھت سبز رنگ کی ٹائلوں سے
 بنی ہوئی ہے۔ اس آدمی نے یوں حیرت بھرے
 لہجے میں کہا جیسے اُسے اپنی ہی بات پر یقین
 نہ آ رہا ہو۔

"ہاں ہاں وہی کرنل عرفی۔ کیوں کیا بات ہے؟
 کیا تم انہیں جانتے ہو؟ فیصل نے بھی پوچھتے ہوئے
 کہا۔

موجود آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور اس نے
 سر ہلاتے ہوئے ایک کونے میں سے رسی نکالی
 اور پھر اس نے فیصل اور شہزاد کو اچھی طرح
 باندھ دیا۔ اب وہ فرش پر اس طرح بیٹھے ہوئے
 تھے کہ ان کے دونوں ہاتھ ان کی پشت پر
 بندھے ہوئے تھے اور پیڑوں میں بھی رسیاں
 بندھی ہوئی تھیں۔

"مگر اب میں کھانا کیسے کھاؤں گا؟ شہزاد نے
 بڑے یابوسانہ لہجے میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔
 "تم دونوں کون ہو اور یہاں کیا کرنے آئے
 تھے؟ ایک آدمی نے بڑے سخت لہجے میں ان
 سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہم کل ہی دارالحکومت سے یہاں سیر کے
 پہنچے ہیں اور آج گھومتے گھومتے ادھر آ گئے۔
 تم لوگ کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو؟ فیصل
 نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 "ہم تیسری ہیں۔ اسی آدمی نے غور سے ان
 دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔
 پھر ہمیں کیوں باندھ لیا ہے؟ ہمارا کیا قصور ہے؟

"اُسے ہم نہیں بانیں گے تو اور کون جانے گا؟
اس آدمی نے جواب دیا اور پھر وہ مُڑ کر قریب
پڑے ٹرانسمیٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے اس
کی ناب گھمائی اور پھر ایک بٹن دبا دیا۔ دوسرے
لمحے ٹرانسمیٹر میں سے سیٹی کی ہلکی ہلکی آواز نکلنے
لگی۔ اور اس پر موجود ایک سرخ رنگ کا بلب
جل اٹھا۔ چند لمحوں بعد بلب کا رنگ سبز ہو گیا اور
اس کے ساتھ ہی ایک کرخت آواز گونجی۔
"ہیلو دن سپیکنگ ادور۔"

"مارٹن سپیکنگ باس ادور۔" اس آدمی نے اپنا
نام بتاتے ہوئے جواب دیا۔
"یس مارٹن کیا بات ہے ادور؟ دوسری طرف سے
سخت لہجے میں پوچھا۔

"باس! کرنل عرفی کا بھتیجا ہمارے پاس موجود ہے
وہ ادور اس کا ساتھی۔ ہم نے انہیں غار کے
دھانے پر سے پکڑا ہے ادور۔" مارٹن نے جواب
دیا۔

"کیا کہا کرنل عرفی کا بھتیجا؟ وہ وہاں کیسے پہنچ
گیا ادور؟ باس کا کہہ پہلے سے زیادہ سخت ہو گیا

اور اس میں تعجب کی لہریں بھی موجود تھیں۔
"معلوم نہیں جناب! انہیں پکڑنے پر ہمیں معلوم
ہوا ہے کہ وہ کرنل عرفی کا بھتیجا ہے ادور۔ مارٹن
نے جواب دیا۔

دوسری طرف سے چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر
باس کی آواز گونجی۔

"بہت خوب! میں اب اپنا پلان بدل رہا ہوں۔
اب ہمیں کوٹھی پر حملہ کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔
میں خود وہیں آ رہا ہوں ادور۔"

"یس باس ادور۔" مارٹن نے جواب دیا۔

"ادور اینڈ آل۔" باس نے جواب دیا اور اس
کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر کا بلب بجھ گیا۔ مارٹن نے
ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"تمہیں انکل عرفی سے کیا کام ہے؟ فیصل نے
مارٹن سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ باس آکر بتائے گا۔" مارٹن نے دھیرے سے
مکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا اس کے آنے پر کھانا مل جائیگا؟ شہزاد
نے بڑے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

”تم جھوٹے ہو۔“ مارٹن نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں! یقین نہ آئے تو میرے پیٹ پر کان رکھ کر سن لو۔ تمہیں فریادوں کی آوازیں سنائی دیں گی۔“ شہزاد نے جواب دیا۔

”او۔ کے! مارٹن نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر غار کے کونے کی طرف گیا۔ اس نے کھانے کا ایک ڈبہ اٹھا کر شہزاد کے سامنے رکھا اور پھر اس کے ہاتھ کھول دیئے۔

ہاتھ کھلتے ہی شہزاد ندیوں کی طرح کھانے پر ٹوٹ پڑا۔

کرنل عرفی اپنے ڈرائیونگ روم میں بیٹھے ایک کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھے۔ خاندانوں نے کئی بار آکر کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی تھی مگر وہ فیصل اور شہزاد کا انتظار کر رہے تھے جو صبح سے سیر کے لئے نکلے تھے اور ابھی تک واپس نہیں آئے تھے۔ اسی لمحے ان کے قریب پڑے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ انہوں نے چونک کر ٹیلیفون کی طرف دیکھا اور پھر رسیور اٹھالیا۔

”یس۔“ کرنل عرفی نے بڑے بخیدہ لہجے میں کہا۔
”کرنل عرفی! دوسری طرف سے ایک بھاری سے لہجے میں کسی نے پوچھا۔

”یس بول رہا ہوں۔“ کرنل عرفی نے حیرت بھرے

لجے میں کہا۔ کیا تمہارا کوئی بھتیجا فیصل بھی ہے؟ دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ کزخت تھا۔
 "ہاں ہاں! کیا ہوا؟ خیریت تو ہے؟ کرنل عرفی فیصل کا نام سن کر چونک پڑے۔
 "ابھی تک تو خیریت ہے مگر آئندہ کا انحصار تم پر ہے۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔
 "کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں۔" کرنل عرفی نے لہجے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سنو کرنل عرفی! تمہارا بھتیجا اور اس کا دوست ہمارے پاس ہے اور ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہارے بھتیجے کے جسم کا ایک ایک عضو علیحدہ کر کے تمہیں تحفے کے طور پر بھیجتے رہیں۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔

"مگر کیوں؟ تم کون بول رہے ہو؟ کیا تم پاگل ہو؟ کرنل عرفی غصے سے مچھٹ پڑے۔
 "تم جو چاہے کہہ لو۔ مگر میرا یہ فیصلہ آخری ہے البتہ اس میں ایک شرط پر لچک پیدا ہو سکتی ہے اگر تم ریڈبک ہمارے حوالے کر دو تو تمہارا بھتیجا

اور اس کا دوست صحیح سالم تمہیں مل سکتے ہیں۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔
 "ریڈبک! وہ کیا ہوتی ہے؟ کرنل عرفی نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"یہ تم ہم سے بہتر سمجھ سکتے ہو۔ ہم تمہیں ایک گھنٹہ بعد دوبارہ فون کریں گے اور اگر تم نے ہاں نہ کہی تو پھر اس کے ٹھیک ایک گھنٹے بعد تمہیں تمہارے پیارے بھتیجے کا ایک بازو تحفے کے طور پر مل جائے گا اور اسی طرح ہر ایک گھنٹے بعد اس کا ایک ایک عضو تمہیں ملتا رہے گا۔ خدا حافظ۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ٹیلیفون بے جان ہو گیا۔

کرنل عرفی نے بڑے ڈھیلے ہاتھوں سے رسیور رکھ دیا۔ وہ سارا کھیل سمجھ گیا تھا۔ ریڈبک کوڈبک مہتی جس میں ملک کے دفاعی رازوں کی تفصیل موجود مہتی اور یہ بھی درست تھا کہ وہ ریڈبک اس کے پاس موجود مہتی کیونکہ اس نے پہلی بہتر سمجھا تھا کہ وہ اسے اپنے پاس رکھے بنانے مجرموں کو اس بات کا کیسے علم ہو گیا تھا۔

مگر اب صورتحال بیدر مخدوش تھی۔ اس کا پیارا بھتیجا
مجرموں کی قید میں تھا۔ مگر وہ صرف اپنے بھتیجے
کی خاطر اپنے ملک سے غداری نہیں کر سکتا تھا
مگر دوسری طرف وہ بھتیجے کا قتل بھی نہیں چاہتا
تھا۔ وہ کافی دیر تک بیٹھا۔ کچھ سوچتا رہا اور
پھر اپنا ایک منصوبہ اس کے ذہن میں آگیا
اور اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھر آئے۔

شہزاد مارٹن کی منت سماجت کر کے دس ڈبے
کھانے کے کھاگیا تب جا کر اس کے چہرے پر
اطمینان کے آثار ابھرے۔

”خدا کی پناہ! تم نے دس آدمیوں کے برابر خوراک
ایک ہی وقت کھالی ہے۔“ مارٹن نے حیرت بھرے
لہجے میں کہا۔

”ہاں کچھ گداز ہو گیا ہے۔“ شہزاد نے اطمینان بھرے
لہجے میں پیٹ پر ہاتھ پھرتے ہوئے کہا۔

پھر اس سے پہلے کوئی اس کی بات کا جواب
دیتا۔ ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز گونجنے لگی۔ مارٹن
نے چونک کر ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا اور پھر اس
کا بٹن آن کر دیا۔

”دروازہ کھولو میں آ رہا ہوں اور“ دوسری طرف سے باس کی آواز گونجی اور مارٹن نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔ اور پھر اٹھکر دروازہ کھولنے کا بٹن دبا دیا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور باس اندر آ گیا اس کے چہرے پر سرخ رنگ کا نقاب موجود تھا۔ ”اوہ! تو تم دونوں وہی ہو جو مجھے لگاڑی میں ملے تھے۔“ باس نے انہیں بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ کرنل عرفی کا بھتیجا ہے فیصل“ مارٹن نے عامر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”بہت خوب، بہت خوب۔“ باس نے جواب دیا اور پھر اس نے مارٹن سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”مارٹن! ذرا وائرلیس ٹیلیفون لے آؤ۔ میں ذرا کرنل عرفی سے دو دو باتیں کر لوں۔“

مارٹن تیزی سے اٹھا اور کونے سے ایک ٹیلیفون بنا آ کر اٹھا لایا۔ باس نے اس کے اوپر ابھرے ہوئے بندسوں کو باری باری دبانا شروع کر دیا۔ اور پھر چند لمحوں بعد وہ کرنل عرفی سے باتیں کر رہا تھا اس نے فیصل اور شہزاد کے سامنے کرنل عرفی سے

بات کی اور بات ختم کرنے کے بعد اس نے بٹن آن کر کے سلسلہ منقطع کر دیا۔ ”کیا تم واقعی فیصل کا بازو کاٹ دو گے؟“ شہزاد نے پہلی بار نقاب پوش سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”ہاں! اگر کرنل عرفی نے ہماری بات نہ مانی تو ایسا ہی ہوگا۔“ باس نے بڑے سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم مجھے چھوڑ دو تاکہ میں کرنل عرفی کی منت سماجت کرنے وہ ریڈیک تمہیں لا دوں؟“ شہزاد نے کہا۔

”شہزاد! خاموش رہو۔ میری موت ملک کی سالمیت کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔“ فیصل نے بڑے سخت لہجے میں شہزاد سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”بھئی بڑے جی دار لگتے ہو۔ بہر حال دیکھو اب فیصل تمہارے انکل پر منحصر ہے۔ ہم نے پروگرام تو یہی بنایا تھا کہ آج رات تمہارے انکل کی کوسٹھی پر حملہ کر کے وہاں سے وہ ریڈیک نکال لائیں مگر اس میں بیشمار خطرات موجود تھے جبکہ یہ بڑا سیدھا سادھا طریقہ ہے۔“ نقاب پوش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سو نقاب پوش باس صاحب! اس بار جب کرنل عرفی سے بات ہو تو میری بات کرنا۔ میں انہیں قائل کر لوں گا۔ شہزاد نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”اچھا سوچو گنا۔ نقاب پوش نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”یہ بتاؤ کہ تمہیں اس بات کا کیسے علم ہوا کہ ریڈبک انکل عرفی تم سے پاس ہے؟ فیصل نے باس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اسی چکر میں تو مجھے اس گاڑی میں جانا پڑا تھا۔ ایک اعلیٰ فوجی افسر کرنل عرفی سے ملنے آ رہا تھا اور مجھے اطلاع ملی کہ وہ ریڈبک اپنے ہمراہ لا رہا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے قتل کر دیا مگر اس کی جیب سے مجھے یہ نقشہ ملا اور اس کے ساتھ ہی ایک حکمنامہ کہ وہ ریڈبک اس اعلیٰ فوجی افسر کے حوالے کر دی جائے۔ فوجی ہیڈ کوارٹر کو ہنگامی طور پر اس کی ضرورت پڑ گئی تھی۔ مجھے یہ حکمنامہ پڑھ کر بے حد افسوس ہوا کیونکہ اگر مجھے پہلے سے یہ علم ہوتا تو میں اس فوجی افسر

کو دلہی پر قتل کر دیتا۔ نقاب پوش نے کہا۔ ”ہوں تو یہ بات ہے۔ فیصل نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

پھر اسی طرح خاموشی میں ہی وقت گزرتا چلا گیا۔ نقاب پوش بار بار اپنی گھڑی دیکھ رہا تھا پھر جیسے ایک گھنٹہ گزرا اس نے ٹیلیفون کا بٹن دبایا اور کرنل عرفی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

”کرنل عرفی! ایک گھنٹہ گزر گیا ہے۔ نقاب پوش نے سخت لہجے میں کہا۔

”ہاں مجھے معلوم ہے۔ دوسری طرف سے کرنل عرفی کی آواز ابھری۔

”پھر تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ نقاب پوش نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

”اگر میں تمہیں ریڈبک دے دوں تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میرا بھتیجا اور اس کا دوست مجھے صحیح سالم مل جائیں گے؟ کرنل عرفی نے پوچھا۔

”اس کے لئے تمہیں ہم پر اعتماد کرنا پڑیگا اور

سنو! ہمارے ساتھ دھوکہ کرنے کے متعلق سوچنا بھی نہیں۔ تمہاری طرف سے ملنے والی ریڈیو ہم اپنے ملک کے ماہرین کے پاس بھیج دیں گے اور وہاں سے جب ہمیں اس کے صحیح ہونے کی رپورٹ ملے گی تب ہم ان دونوں لوگوں کو چھوڑ دیں گے؛ نقاب پوش نے کہا۔

”یہ بات غلط ہے۔ ریڈیو کے لئے تمہیں مجھ پر اعتماد کرنا پڑے گا۔ میں تمہیں ریڈیو دینے کے لیے تیار ہوں مگر اس صورت میں کہ وہ دونوں لوگوں کے تم میرے حوالے کر دو اور مجھ سے ریڈیو لے لو۔ دوسری کوئی صورت نہیں“ کرنل عرفی نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

”نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ تم بچہ چالاک اور عیار ہو۔ ہو سکتا ہے تم مجھے نقل کتاب دے دو۔ نقاب پوش نے جواب دیا۔

”میں بھی تم پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ اگر تم ریڈیو حاصل کر کے ان دونوں لوگوں کو قتل کر دو تو میں کیا کر سکتا ہوں“ کرنل عرفی نے جواب دیا۔

”اس کا ایک حل ہے۔ تم میری بات انکل سے

کراؤ۔ میں انہیں قائل کر لوں گا۔ شہزاد نے اچانک نقاب پوش سے مخاطب ہو کر کہا۔

نقاب پوش چند لمحے خاموش رہا۔ پھر اس نے ریور شہزادہ کی طرف بڑھا دیا۔

”انکل! میں شہزادہ بول رہا ہوں۔“ شہزادہ نے ریور ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کہا۔

”شہزادہ! فیصل کہاں ہے؟“ کرنل عرفی نے بے چین لہجے میں کہا۔

”وہ یہیں موجود ہے انکل! اور ٹھیک ٹھاک ہے۔ انکل آپ نقاب پوش کی بات مان لیں اور انہیں ریڈیو دے دیں۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ ریڈیو واپس آپ کے پاس پہنچ جائے گی۔“ شہزادہ نے یقین بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں شہزادہ، ایسا ناممکن ہے۔ یہ ریڈیو حاصل کرتے ہی تم دونوں کو ہلاک کر دیں گے۔“ کرنل عرفی نے کہا۔

”آپ نے فکر نہیں انکل! بس میرے لئے کھانا تیار کروا لیجئے۔ ایمان سے دس ڈبے کھانے کے باوجود ابھی تک میرا پیٹ نہیں بھرا۔“ شہزادہ نے

جواب دیا۔

”کیا کہا دس ڈبے؟ کرنل عرفی چونک پڑے۔
 ”ہاں اٹکل! یہ لوگ بڑے مہربان ہیں انہوں نے
 مجھے دس ڈبے کھانے کو دیئے ہیں۔ اور ابھی یہاں
 بیشمار ڈبے موجود ہیں۔ آپ بے فکر رہیں اور انہیں
 ریڈبک دے دیں ہماری فکر نہ کریں۔ ہمارے پاس
 کی کوئی کمی نہیں ہے۔“ شہزاد نے جواب
 دیتے ہوئے کہا۔

”نہیں شہزاد، ایسا نہیں ہو سکتا۔ مجھے ان پر اعتماد
 نہیں ہے۔“ کرنل عرفی نے سخت لہجے میں جواب
 دیتے ہوئے کہا۔

”اٹکل آپ سمجھتے کیوں نہیں۔ کھانے کے بیشمار ڈبے
 اور وہ بھی انتہائی قیمتی۔ بچلا ہمیں کیا ہو سکتا ہے
 دوسری صورت میں یہ لوگ فیصل کو مار ڈالیں گے۔“
 شہزاد نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ ہاں اور ہو بھی کیا سکتا
 ہے۔ تم ریڈر نقاب پوش کو دو؟ کرنل عرفی نے
 آخر کار ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔ اور شہزاد نے مسکرتے
 ہوئے ریڈر نقاب پوش کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

”ریڈر کرنل؟ نقاب پوش نے بے چین لہجے میں

کہا۔
 ”ٹھیک ہے۔ میں تمہیں تمہاری شرائط پر ریڈبک
 دینے کو تیار ہوں۔ مگر وہ ریڈبک ایک ایسی جگہ
 پر ہے جہاں سے اُسے حاصل کرنے کے لئے مجھے
 دس بارہ گھنٹے لگ جائیں گے۔“ کرنل عرفی نے کہا۔
 ”ٹھیک ہے کرنل! ہم تمہیں وقت دینے کے لئے
 تیار ہیں مگر کوئی دھوکہ نہیں ہونا چاہیئے۔“ نقاب
 پوش نے مسرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

”نہیں اب جب میں نے فیصلہ کر لیا ہے تو
 اب دھوکہ نہیں ہوگا۔“ کرنل عرفی نے مایوس لہجے
 میں کہا۔

”اور کے۔ ہم کل صبح دس بجے تمہیں دوبارہ فون
 کریں گے مگر اس کے بعد کوئی وقت نہیں دیا
 جائے گا۔“ نقاب پوش نے کہا۔
 ”ٹھیک ہے۔ مجھے منظور ہے۔“ کرنل عرفی نے

جواب دیا۔

”اور کے۔ اب میں کل دس بجے ٹیلیفون کروں گا۔“
 نقاب پوش نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس

جی مارٹن سے مخاطب ہو کر کہا۔
 "تم تو کمال کرتے ہو۔ ابھی تم دس ڈبے کھا گئے
 ہو اور اب پھر کھانا مانگ رہے ہو جبکہ تمہارا
 ساتھی اسی طرح بیٹھا ہے۔" مارٹن نے حیرت بھر
 لیے میں کہا۔

"سنو! اب میسر ہاتھ کھول دو۔ میں اس طرح
 بیٹھے بیٹھے تنگ آ گیا ہوں۔" فیصل نے کافی دیر کے
 بعد زبان کھولی تھی۔

"بھیک ہے۔" مارٹن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا
 اور پھر اٹھ کر فیصل کے ہاتھ کھول دیئے۔

نے رسیور رکھ کر بٹن آن کر دیا۔
 "دیکھا اگل میری بات مان گئے نا۔" شہزاد نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔

"میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ تمہاری مہل
 گفتگو سے کرنل راضی کیسے ہو گئے۔" نقاب پوش نے
 کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"جسٹی مہل کیا۔ میں نے انہیں صاف صاف کہہ
 دیا ہے کہ ہمارے پاس کھانے کے بیشمار ڈبے ہیں
 اس لئے ہمیں کوئی فکر نہیں۔" شہزاد نے جواب دیا۔
 "ہوگا خیر! ہمیں ریڈیو سے مطلب ہے۔" نقاب
 پوش نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"مارٹن! ان دونوں کا خاص طور پر خیال رکھنا۔ یہ
 فرار نہ ہو جائیں۔ میں کل صبح آؤنگا۔" نقاب پوش
 نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں باس! یہ بچے جھلا ہم سے
 کہاں بھاگ سکتے ہیں۔" مارٹن نے مسکراتے ہوئے کہا
 اور نقاب پوش سر ہلاتا ہوا غار سے باہر چلا گیا۔

"جسٹی مجھے کچھ کھانے کو دو۔" ایمان سے بہت
 جھوک لگی ہوئی ہے۔" شہزاد نے دروازہ بند ہوتے

انہوں نے خانہ سال کو بلا کر رات کا کھانا تیار کرنے کی ہدایت کی اور پھر وہ تیزی سے اپنی کار نکال کر کوٹھی سے باہر آ گئے۔

ملا بار کی مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ جلد ہی ایک بہت بڑی دکان کے سامنے پہنچ گئے۔ یہ ایک سپر مارکیٹ تھی۔ جہاں ضرورت کی ہر چیز مل جاتی تھی۔ کار روک کر وہ اترے اور سیدھے دکان کے اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے ایک نظر ادھر ادھر ڈالی اور پھر ان کی نظریں کھانے کا سامان بیچنے والے کاؤنٹر پر جم گئی جہاں پکے پکاتے کھانوں کے بند ڈبے موجود تھے۔ وہ سیدھے کاؤنٹر پر کھڑے سیلزمین کی طرف بڑھ گئے۔

”فرمائیے“ سیلزمین نے کاروباری انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ کے پاس کھانے کے بند ڈبے کونسی کمپنی کے ہیں؟“ کرنل عرفی نے پوچھا۔

”جی ہم صرف باہر کا مال بیچتے ہیں اور صرف ایک ہی کمپنی ”راگو“ کا مال۔ یہ مال یہاں بے حد مقبول ہے۔“ سیلزمین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کرنل عرفی نے منصوبہ یہی بنایا تھا کہ وہ نقلی ریڈیو مجرموں کے حوالے کر کے فیصل اور شہزاد کو چھڑوا لیں گے مگر مجرم ان کی توقع سے کہیں زیادہ ہوشیار نکلتے تھے اور پھر انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ فیصل اور شہزاد کو اپنے ملک کی سلامتی پر قربان کر دیں گے مگر شہزاد کی باتوں نے انہیں ایک نئی راہ دکھا دی تھی۔ وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ ہر وقت کھانے کی فکر میں گم شہزاد اس قدر ذہین بھی ہو سکتا ہے۔ پہلے تو وہ اس کی بات نہیں سمجھ سکے تھے۔ مگر پھر وہ اس کا اشارہ سمجھ گئے اور انہوں نے حامی بھر لی۔ چنانچہ ریسور رکھتے ہی وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور

مجھے یہ اطلاع چاہیے کہ کچھ عرصہ پہلے تمہارے
شہر سے بھاری تعداد میں کھانے کے بند ڈبے
ذخفت ہوئے ہیں یا نہیں؟ کرنل عرفی نے کہا۔
"بھاری تعداد سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ مینجر
نے پوچھا۔

"مطلب ہے سینکڑوں کی تعداد میں۔" کرنل عرفی
نے کہا۔

"ہاں! ایک ماہ پیشتر ایک صاحب نے ایک ہزار
ڈبوں کی خریداری کی تھی؟" مینجر نے جواب دیا۔
"کیا تم اس آدمی کو جانتے ہو؟" کرنل عرفی نے
استیاق آمیز لہجے میں کہا۔

"نہیں جناب! ہمیں فون پر آرڈر دیا گیا تھا اور
مال ایک کوٹھی میں پہنچانے کے لئے کہا گیا تھا۔ ہم
نے مال وہاں پہنچا دیا اور رقم نقد وصول کر لی۔" مینجر
نے جواب دیا۔

"کوٹھی کوٹھی میں؟" کرنل عرفی نے پوچھا۔

"کوٹھی نمبر ۱۱۲ میں۔ مگر کرنل صاحب! حیرت
یہ ہے کہ دوسرے روز وہ کوٹھی خالی تھی؟" مینجر
نے کہا۔

"کیا آپ کے علاوہ بھی یہاں کسی اور دکان
پر کھانے کے بند ڈبے بکھتے ہیں؟" کرنل عرفی نے
دوسرا سوال کیا۔

"نہیں جناب! مالابار میں صرف ہمیں ہی یہ فخر
حاصل ہے۔" سیلزمین نے جواب دیا۔

"او۔ کے۔ میں تمہارے مینجر سے ملنا چاہتا ہوں؟
کرنل عرفی نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"جی وہ سامنے دروازہ ہے۔" سیلزمین نے حیرت
بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور کرنل عرفی
اس کی حیرت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دروازے کی
طرف بڑھ گئے۔

مینجر نے اٹھکر ان کا استقبال کیا۔ وہ انہیں
اچھی طرح جانتا تھا۔

"کرنل صاحب! زہے نصیب، آج کیسے تکلیف
کی؟" مینجر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے ایک ضروری مسئلہ ہے اور انتہائی اہم۔ سگری
کام ہے۔ اس لئے امید ہے کہ تم پورا پورا تعداد
کو دے گے۔" کرنل عرفی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
"جی فرمائیے۔" مینجر نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

کل آیا۔ ایک سکیو ملنے کی اُمید قائم ہوئی تھی مگر وہ
 ہی ٹوٹ گئی۔ مجرم اس کی توقع سے کہیں زیادہ
 پریشان تھے۔ بہر حال انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ
 اس کوٹھی کو ایک منظر ضرور دکھائیں گے۔ اور پھر
 انہوں نے اپنی کار کا رخ اس طرف پھیر دیا۔

”کوٹھی خالی تھی۔ کیا مطلب؟“ کرنل عرفی نے چونکے
 ہوئے کہا۔

”ہاں جناب! دراصل ہوا یہ کہ میرے سلیزمین
 جو رقم لے آئے تھے ان میں چند نوٹ زیادہ آگئے
 تھے۔ چنانچہ دوسرے روز جب وہ رقم واپس کرنے
 گئے تو معلوم ہوا کہ وہ کوٹھی خالی ہے بلکہ پوچھ گچھ
 کرنے پر یہ معلوم ہوا کہ کوٹھی ایک طویل عرصہ سے
 خالی ہے۔ اس کا مالک کوئی نواب ہے جو عام طور پر
 ملک سے باہر رہتا ہے اور وہ اسے کرایہ پر بھی
 نہیں دیتا۔“ منیجر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”مگر اس کوٹھی میں کوئی چوکیدار تو ہوگا؟“ کرنل
 عرفی نے پوچھا۔

”ہاں ہوتا تو ہے مگر وہ بیمار تھا اس لیے کئی
 روز سے اپنے گاؤں گیا ہوا تھا۔ بہر حال ہم نے
 زیادہ جستجو نہیں کی کیونکہ ہمیں کوئی غرض بھی نہیں
 تھی۔ مگر آپ یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہیں؟“
 منیجر نے کہا۔

”کچھ نہیں۔ یہ سرکاری کام ہے۔ اچھا شکریہ۔“ کرنل
 عرفی نے کہا اور پھر منیجر کو حیرت زدہ چھوڑ کر باہر

میری طرف سے بے فکر رہو۔ میں حقائق کرنے
کا قائل نہیں ہوں فیصل نے بڑی سنجیدگی سے جواب
دیتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے۔ اب تم دونوں اپنے پیروں پر کھول
سکتے ہو۔ مارٹن نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا اور
شہزاد اور فیصل نے اپنے پیروں میں بندھی ہوئی
ریاں بھی کھول دیں۔

اگر تم اجازت دو تو میں ذرا اس کونے میں
بیٹھ جاؤں۔ جہاں کھانے کے ڈبے ہیں۔ شہزاد
نے بڑے معصوم سے لہجے میں مارٹن سے مخاطب
ہو کر کہا۔

ہاں ہاں جاؤ اور خوب پیٹ بھر کر کھاؤ۔ تم
یہی کیا یاد کرو گے۔ مارٹن نے ہنستے ہوئے کہا
اور شہزاد نے اٹھ کر یوں فرشی سلام کرنے شروع
کر دیتے جیسے اسے دنیا کی تمام دولت حاصل
ہو گئی ہو۔

مارٹن! اس لڑکے نے کترل عرفی سے جو گفتگو
کی ہے وہ میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اب تک
لاموش بیٹھے ہوئے باقی دو آدمیوں میں سے ایک

شہزاد کے تو ہاتھ پہلے ہی کھلے ہوئے تھے
اب انہوں نے فیصل کے تجویز ہاتھ کھول دیئے۔
”سنو لڑکو! اگر تم میں سے کسی نے کوئی غلط
حرکت کی یا یہاں سے باہر جانے کی کوشش کی
تو ہم بات بعد میں کریں گے اور گولی پہلے
ماریں گے۔ مارٹن نے انتہائی سخت لہجے میں ان
سے مخاطب ہو کر کہا۔

بھئی میری طرف سے تو بے فکر رہو جب تک
یہاں کھانے کا سامان موجود ہے میں تو باہر نکل
ہی نہیں سکتا۔ چاہے تم مجھے دھکے دے کر بھی
باہر کیوں نہ نکالو۔ شہزاد نے بڑے معصوم سے لہجے
میں کہا۔

نے اپنا مک مارٹن سے مخاطب ہو کر کہا۔
"کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں براؤن۔" مارٹن نے
چونک کر پوچھا۔

"بھئی یہ بار بار کھانے کے ڈبوں کا ذکر کر رہا
تھا اور پھر کرنل عرفی یکدم مان گیا۔ مجھے اس میں
کوئی پکڑ محسوس ہوتا ہے۔" براؤن نے جواب دیا۔
"اوہ یہ لڑکا انتہائی پیٹو ہے اور ظاہر ہے اس
نے کھانے کے ڈبوں کا ہی ذکر کرنا ہے ورنہ کوئی
ایسی بات نہیں۔ ہمارا باس اب اتنا احمق نہیں کہ
ایک لڑکا اُسے پکڑ دے جائے۔" مارٹن نے ہنستے
ہوتے کہا اور براؤن خاموش ہو گیا۔ ویسے وہ تینوں
باصطوں میں مشین گنیں پکڑے دروازے کے سامنے
چونکے بیٹھے ہوئے تھے۔

شہزاد کھانے کا ڈبہ کھولے بڑے اطمینان سے
کھانا کھانے میں مصروف تھا جبکہ شہزاد کے کہنے پر
فیصل نے بھی ایک ڈبہ کھول لیا اور کھانا کھانے لگا۔
فیصل کھانا کھاتے ہوئے بار بار یہ سوچ رہا تھا
کہ آخر یہاں سے نجات کیسے ہوگی۔ اُسے اپنے چچا
پر بھید غصہ آ رہا تھا جو ان مجرموں کو صرف اس

کی زندگی کی خاطر ملکی راز دینے پر رضامند ہو گئے
تھے مگر اسے یہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب سمجھ
میں نہیں آرہی تھی۔ بہر حال اس نے سوچا تھا
کہ رات پڑتے ہی وہ کوئی نہ کوئی ترکیب ضرور
آزمائے گا۔

کھانا کھانے کے بعد وہ غار کی ایک دیوار سے
پشت لگا کر اطمینان سے بیٹھ گیا۔ شہزاد ابھی تک
کھانا کھانے میں مصروف تھا مگر فیصل نے دیکھا کہ
اب اس کے ہاتھ کھانے پر ڈھیلے پڑ گئے تھے۔
پھر اپنا مک شہزاد یوں اچھلا جیسے اس نے کوئی
خوفناک چیز دیکھ لی ہو۔

"ارے ارے کمال ہے۔" شہزاد پھرتی سے اٹھ
کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے شدید
اثر تھے۔

"کیا ہوا؟" مارٹن نے چونک کر کہا۔
"کمال ہے۔ اتنا قیمتی ڈبہ اور اس میں مکھی،
لا حول ولاقوة۔" شہزاد نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔
"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ ڈبے مشہور کمپنی کے
ہیں۔" مارٹن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس نے جب یہ صورتحال دیکھی
تو وہ ایک لمحے میں شہزاد کا منصوبہ سمجھ گیا۔ چنانچہ
وہ بھی سبکی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور
اس نے بھی براؤن کی گود میں پڑی ہوئی مٹین گن
جسٹ لی۔ شہزاد نے پیر کی ٹھوکر سے تیسرے آدمی
کی مٹین گن بھی ایک طرف پھینک دی۔ وہ تینوں
ابھی تک اپنی آنکھیں ملنے میں مصروف تھے۔
غیب، میرا خیال ہے کہ اب تمہیں کھانے میں
مکھی نظر آگئی ہوگی۔ شہزاد نے قہقہہ لگاتے ہوئے
کہا۔

ت، تم، تمہاری یہ مجال۔ مارٹن نے غصیلے انداز
میں چیختے ہوئے کہا۔
خبردار! اگر حرکت کی تو تمہاری مٹین گنیں ہمارے
ہاتھوں میں ہیں اور تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ ہم
انہیں پلانا بھی جانتے ہیں۔ شہزاد نے بڑے غصیلے
الہجے میں کہا۔

اب وہ تینوں بیٹھے آنکھیں پٹیٹا رہے تھے۔ ان
کی آنکھوں سے بے تماشائی پانی بہہ رہا تھا۔
ادھر دیوار کی طرف منہ کرنا اور فیصلہ رسیاں

لو دیکھو! میں کوئی جھوٹ بول رہا ہوں۔ شہزاد
نے بھی غصیلے لہجے میں کہا اور پھر دونوں ہاتھوں
سے ڈبہ اٹھا کر مارٹن کی طرف بڑھا دیا۔ یہ ڈبہ
قرمے کا تھا۔ اس میں آدھے سے زیادہ شوربہ
بھرا ہوا تھا۔

دروازے کے سامنے بیٹھے ہوئے وہ تینوں حیرت
سے شہزاد اور اس ڈبے کو دیکھ رہے تھے۔ قریب
پہنچ کر شہزاد نے ڈبہ جھکایا۔

لو خود دیکھ لو۔ شہزاد نے کہا اور وہ تینوں
ایک وقت ڈبے پر جھک گئے۔ مگر دوسرے لمحے
ان تینوں کی بے اختیار پچیوں سے غار گونج اٹھی۔
شہزاد نے پوری قوت سے ڈبے میں موجود شوربہ ان
تینوں کے چہروں پر پھینک دیا تھا۔ اور ان تینوں
کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کی آنکھوں میں کسی
نے تیزاب پھینک دیا ہو۔ بے اختیار ان کے دونوں
ہاتھ چہروں پر پہنچ گئے اور اسی لمحے شہزاد نے
انتہائی چپرتی سے مارٹن کی گود میں پڑی مٹین گن
کھینچ لی۔

دوسری طرف فیصل بھی بڑی دلچسپی سے یہ سب

فیصل نے کہا۔
اور پھر فیصل نے قریب بڑا ہوا وارلیس ٹیلیفون
اپنی طرف کھسکایا اور پھر کمرل عرفی کے منبر
پر بٹنے لگا۔

لے کر ان کے ہاتھ پر باندھ دو۔ شہزاد نے یوں
کہا جیسے کسی فوج کا کمانڈر حکم دے رہا ہو۔
اور پھر ان تینوں کو احساس ہو گیا کہ صورت حال
پلٹ چکی ہے اور اگر انہوں نے ان لڑکوں کا
کہا نہ مانا تو یہ واقعی گولی چلا دیں گے اور
یہاں دیرانے میں گولیوں کی آوازیں بھلا کس نے
سننی ہیں۔ اس لئے انہوں نے بلا چوں چرا
شہزاد کا حکم مان لیا اور فیصل نے ان تینوں کو
ریسوں کی مدد سے بڑی مضبوطی سے باندھ دیا
اور پھر ان کے منہ میں کپڑے ٹھونس دیتے۔
اب بتاؤ فیصل! میرا کھانا کھانا کام آگیا نا؟ شہزاد
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں شہزاد! تم نے تو کمال کر دیا۔ بڑی انوکھی
تجویز سوچی ہے تم نے؟“ فیصل نے بھی مسکراتے
ہوئے جواب دیا۔

”ہر وہ ترکیب جس کا تعلق کھانے سے ہو
میرے لئے انوکھی نہیں ہے۔“ شہزاد نے بڑی معصومیت
سے جواب دیا۔

”اچھا اب میں اگل عرفی سے بات کرتا ہوں۔“

آگے تھے۔
وقت تیزی سے گزرتا چلا جا رہا تھا اور کرنل
عرفی سوچ رہے تھے کہ آخر اس کا انجام کیا
ہوگا۔ انہوں نے کھانوں کے ڈبوں کا اشارہ سمجھ
کر نقاب پوش سے صرف وقت حاصل کیا تھا مگر
اس کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔

ابھی وہ بیٹھے سوچ رہے تھے کہ اچانک ٹیلیفون
کی گھنٹی بج اٹھی۔ انہوں نے ڈھیلے ہاتھوں سے
ریسہ اٹھالیا۔

اُگل! میں فیصل بول رہا ہوں۔ ہم نے مجرموں پر
قابو پالیا ہے۔ آپ جلدی آئیے، فیصل نے تیز تیز
لہجے میں کہا۔

اُسے وہ کیسے؟ کرنل عرفی بُری طرح چونک پڑے
وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ دو لڑکے اتنے خطرناک
مجرموں پر قابو پاسکتے ہیں۔ مگر جب فیصل نے انہیں
تمام واقعہ بتایا تو وہ شہزاد کی عقلمندی پر عیش
کرا اٹھے اور پھر فیصل نے پوری تفصیل سے انہیں
وہ جگہ بتائی جہاں وہ قید تھے۔

"میں آ رہا ہوں، کرنل عرفی نے کہا اور پھر ایک

کرنل عرفی سیدھے اس کوٹھی پر پہنچے جس کا
پتہ سٹور کے مینجر نے بتایا تھا۔ کوٹھی بدستور خالی
پڑی ہوئی تھی۔ البتہ چوکیدار موجود تھا۔
کرنل عرفی نے چوکیدار سے پوچھ گچھ کی مگر بے سود۔
اُسے کسی بات کا علم ہی نہ تھا۔ البتہ اس نے
یہ اقرار ضرور کیا تھا کہ وہ بیمار ہو گیا تھا اور
چونکہ وہ یہاں اکیلا تھا اس لیے وہ کوٹھی بند
کر کے اپنے گاؤں چلا گیا تھا اور وہاں سے ایک
بھتے بعد آیا تھا۔ کوٹھی اسی طرح بند تھی۔ البتہ
اس نے لان میں کادوں کے ٹائروں کے نشانات ضرور
دیکھے تھے۔ اس کے علاوہ چونکہ وہ اور کچھ نہ بتا سکا
تھا اس لیے کرنل عرفی مایوس ہو کر واپس اپنی کوٹھی

کے اندر داخل ہو گئے۔ ان کے اندر داخل ہوتے
ایک دروازہ ان کے پیچھے خود بخود بند ہو گیا۔
کرنل عرفی نے دیکھا کہ تینوں مجرم رسیوں سے
بندھے ہوئے ایک کونے میں پڑے ہوئے تھے۔
"خوب، بہت خوب شہزاد! تم نے خوب ترکیب
کرنل عرفی نے شہزاد کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے
کہا۔

"ہاں انکل! دنیا میں ہر مسئلے کا حل کھانے میں
موجود ہے۔" شہزاد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"مگر تم نے مجھے ٹیلیفون کہاں سے کیا تھا؟
بیک کرنل عرفی نے چونک کر پوچھا۔

"انکل یہاں ایک وائرلس ٹیلیفون سیٹ موجود ہے
انقلاب پوش نے بھی آپ کو یہیں سے ٹیلیفون
کیا تھا۔ فیصل نے ٹیلیفون سیٹ کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے کہا۔

"اودہ! انقلاب پوش کے متعلق تو میں بھول ہی گیا
ابھی تک آزاد ہے۔ اس کی گرفتاری ضروری ہے۔"
کرنل عرفی نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! جب تک یہاں کھانے

جھکے سے ریور رکھ دیا۔ اور پھر تیز تیز قدم
اٹھاتے کمرے سے باہر نکلے۔ اور چند لمحوں بعد
ان کی گاڑی انتہائی تیز رفتاری سے پہاڑی کی
دوسری طرف جھاگی چلی جا رہی تھی۔
پہاڑی کی دوسری طرف پہنچ کر انہوں نے
ایک نکل میں گاڑی چھوڑی اور پیدل پہاڑی سے
نیچے اترنے لگے۔ ہر طرف جھاڑیاں ہی جھاڑیاں پھیلی
ہوئی تھیں۔ فیصل نے انہیں بڑے سے پتھر کی
نشانی بتادی تھی۔ اس لیے وہ جھاڑیوں کے درمیان
اس بڑے پتھر کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے آخر کار اس
غار کے دھانے پر پہنچ گئے۔

ابھی وہ پتھر کے قریب پہنچے ہی تھے کہ اچانک
وہ بڑا سا پتھر خود کار انداز میں ایک طرف ہٹتا
چلا گیا۔

"کون ہے؟ دوسری طرف سے فیصل کی آواز
سنائی دی۔

"تمہارا انکل کرنل عرفی نے اطمینان بھرے لہجے
میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آئیے اندر آجائیے۔" فیصل نے کہا اور کرنل عرفی

کے ڈبوں کے ڈھیر ہیں۔ کسی بات کی فکر نہ کریں“
شہزاد نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

”تمہارے ذہن میں کوئی خاص ترکیب ہے تو
بتاؤ؟“ کرنل عرفی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”بس ترکیب کیا ہونی ہے۔ آپ نے جگہ دیکھ
لی ہے۔ آپ جاکر پولیس کو لے آئیں اور اس

غار کو گھیر لیں۔ نقاب پوش جب یہاں پہنچے تو
اُسے پکڑ لیں“ شہزاد سے پہلے فیصل بول پڑا۔

”ہاں اچھی ترکیب ہے۔ ٹھیک ہے میں چلتا ہوں“
کرنل عرفی نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر فیصل

نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولنے والا بیٹن دبا دیا۔
دوسرے لمحے دروازہ خود کار انداز میں کھلتا چلا گیا

اور کرنل عرفی تیزی سے باہر نکل گئے۔ ان کے
باہر جاتے ہی دروازہ ایک بار پھر بند ہو گیا۔

”بھئی اب ان کے منہ کھول دو۔ بجائے خاموش
بیٹھے بیٹھے تنگ آگئے ہوں گے“ شہزاد نے

مکراتے ہوئے فیصل سے کہا۔
”رہنے دو یاد! خواہ مخواہ بک بک کریں گے“ فیصل

نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

نہیں نہیں، کم سے کم مارٹن کا منہ کھول
بیچارہ خاصا شریف آدمی ہے۔ شہزاد نے

زوردار سفارش کرتے ہوئے کہا۔ اور فیصل کندھے
اچکاتا ہوا مارٹن کی طرف بڑھا اور اس کے منہ

میں ٹھنسا ہوا کپڑا نکال دیا۔
مارٹن چند لمحے تو گہرے گہرے سانس لیتا

پھر وہ ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔
”لو کو! یہ ٹھیک ہے کہ تم نے ہوشیاری سے

کام لیا ہے۔ مگر اب یہاں سے تم لوگوں کا
زندہ بچ نکلنا ناممکن ہو گیا ہے“

”وہ کیسے مسٹر مارٹن؟ یہاں کھانے کے بے شمار
بے موجود ہیں اور جب تک کھانا موجود ہے۔ کم

سے کم مجھے موت نہیں آسکتی“ شہزاد نے جواب
دیتے ہوئے کہا۔

”میں مذاق نہیں کر رہا۔ ہمارا پاس بے حد چالاک
ہے۔ تمہیں خود ہی اس کا اندازہ ہو جائے گا۔

بہر حال مجھے تم دونوں کی موت پر ہمیشہ افسوس
رہے گا“ مارٹن نے بڑے پُر اعتماد لہجے میں کہا اور

ان کا اطمینان دیکھ کر فیصل اور شہزاد کی آنکھوں

میں انھیں کے تاثرات اُبھر آئے۔

پھر اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی بولتا۔ ٹرانسمیٹر کا بلب بلب اٹھا اور اس میں سے ہلکی ہلکی سیٹی کی آواز گونجنے لگی۔

شہزاد نے آگے بڑھ کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو مارٹن! باس سپیکنگ ادور۔ دوسری طرف سے نقاب پوش کی کرخت آواز گونجی۔

"باس خطرہ! اپنا ٹرانسمیٹر پوری قوت سے پیچ پڑا۔ اور پھر پلک جھپکنے میں ٹرانسمیٹر کا بلب بجھ گیا۔

فیصل اور شہزاد بڑی کینڈوز نظروں سے مارٹن کو گھورنے لگے۔ جس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔

"میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا کہ اس کا منہ نہ کھولو۔ فیصل نے شہزاد سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں غلطی ہو گئی۔ بہر حال اب نقاب پوش کے یہاں آنے کا کوئی امکان نہیں۔ اس لیے یہاں سے نکل چلو۔ شہزاد نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور

فیصل دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا

باہر نکل آیا۔

فیصل نے دیکھا کہ مہاراجہ کی چوٹی سے کرنل عرفی بیس سپاہیوں سمیت نیچے اتر رہے تھے۔

پھر جب وہ ان کے قریب پہنچے تو فیصل نے انہیں تمام بات بتادی۔

"اوہ! یہ بُرا ہوا۔ اب نقاب پوش یہاں نہیں آئے گا۔ کرنل عرفی نے ہاپوس لہجے میں کہا۔

"کیوں نہ ان مجرموں پر تشدد کر کے ان سے باس کا پتہ لگایا جائے؟ فیصل نے تجویز پیش کی۔

"نہیں یہ فضول ہوگا۔ اس سے پہلے بھی اس گروہ کے کئی آدمی ہم نے پکڑے ہیں مگر وہ

باس کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ وہ ان کے سامنے ہمیشہ نقاب ڈال کر آتا ہے اور ان سے ہمیشہ

بٹ کر رہتا ہے۔ کرنل عرفی نے کہا۔

وہ چند لمحے سوچتے رہے۔ پھر انہوں نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان تینوں مجرموں کو باہر

لایا جائے اور خود وہ فیصل اور شہزاد کو لے کر واپس کوٹھی کی طرف چل پڑے۔ ان کے انداز سے گہری ہاپوسی صاف جھک رہی تھی۔

"انکل آپ باکس نہ ہوں۔ بس میرے کھانے کا خیال رکھیں۔ آپ دیکھیں گے کہ نقاب پوش ایک روز ہاتھ جوڑے آپ کے سامنے کھڑا ہوگا۔ شہزاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نہیں جانتے شہزاد! وہ نقاب پوش انتہائی چالاک، عیار اور پراسرار ہے۔ بہر حال مجھے خوشی ہے کہ تم دونوں کی جانیں بچ گئیں۔ کرنل عرفی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"فی الحال تو آپ مجھے کھانا کھلائیں۔ بھوک کے مارے میری آنتیں تلاوت میں مصروف ہیں۔ شہزاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مگر کسی نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

فیصل اور کرنل عرفی ابھی تک پراسرار نقاب پوش کے خیال میں الجھے ہوئے تھے۔

جب شہزاد اور فیصل کرنل عرفی کے ساتھ کوٹھی پہنچے تو شام ہونے والی تھی۔ کرنل عرفی انہیں گھر پہنچا کر واپس چلے گئے۔ انہیں ان مجرموں کے بارے میں فکر تھی۔ ان کا خیال تھا کہ شاید ان میں سے کسی کو نقاب پوش کا علم ہو۔ جب کہ شہزاد کھاتے میں مصروف ہو گیا۔ اور آخری دو چار پٹنیں بھی صاف کرنے کے بعد اس نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"آؤ فیصل چلیں اور اس نقاب پوش کی خبر لیں ہو سکتا ہے اس کا باورچی انکل کے باورچی سے زیادہ لذیذ کھانا بناتا ہو۔ شہزاد نے فیصل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مذاق مت کرو۔ تم تو ایسے بات کر رہے ہو جیسے تمہیں نقاب پوش کی رہائش گاہ کا علم ہو۔ فیصل نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم آؤ تو سہی۔ کھانا کھانے کے بعد میرا دماغ جیٹ جہانہ کی رفتار سے کام کرنے لگ جاتا ہے۔ شہزاد نے اس کا بازو پکڑ کر اسے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"آخر کچھ پتہ بھی تو چلے کہ تم جانا کہاں چاہتے ہو؟ فیصل نے کہا۔

"تمہیں یاد ہے کہ وہ نقاب پوش سرخ رنگ کی نئی گاڑی میں بیٹھ کر گیا تھا۔ اُسے ابھی تک اس بات کا علم نہیں ہے کہ ہم نے اس کی گاڑی دیکھ لی ہے۔ اس لیے ظاہر ہے وہی گاڑی اس کے استعمال میں ہوگی۔" شہزاد نے کہا۔

"مگر اس گاڑی کو ہم کہاں سے ڈھونڈیں گے؟ فیصل نے کہا۔

"تم آؤ تو سہی۔" شہزاد نے کہا اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے کوٹھی سے باہر آ گئے۔ شہزاد کا رخ شہر کی بڑی سڑک کی طرف تھا۔

مجھے نہیں بتاؤ گے کہ تمہارے ذہن میں کیا تجویز ہے؟ فیصل نے پوچھا۔

"سنو میس! ہمیں معلوم ہے کہ میسر والد ہاؤس کا بزنس کرتے ہیں۔ اس لیے مجھے کاروں کے متعلق اچھی طرح علم ہے۔ میں نے نقاب پوش کی کار کو دیکھتے ہی پہچان لیا تھا کہ وہ پٹرول کی بجائے ڈیزل سے چلنے والی گاڑی ہے۔ ایسی گاڑیاں بہت مہنگی ہونے کی وجہ سے بہت کم لوگ رکھتے ہیں۔ اس لیے مجھے امید ہے کہ کسی پٹرول پمپ سے ہیں اس کے متعلق معلومات ضرور مل جائیں گی۔" شہزاد نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ واقعی اچھی ترکیب ہے۔" فیصل نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ اور وہ دونوں چلتے ہوئے ایک پٹرول پمپ کے پاس پہنچ گئے۔

"مسٹر! ہم دونوں نے ایک شرط لگا رکھی ہے اور اس کا فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔" شہزاد نے سلیزمین سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیسی شرط؟ ادھیڑ سیر سلیزمین نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"میں اسے کہہ رہا ہوں کہ اس شہر میں ڈیزل سے چلنے والی کوئی کار ہی نہیں ہے کیونکہ وہ بیحد مہنگی ہوتی ہے۔ جبکہ یہ کہتا ہے کہ آجکل ڈیزل سے چلنے والی کاریں عام ہو گئی ہیں۔ اس لیے یقیناً یہاں ایسی کاریں بیشمار ہوں گی۔ شہزاد نے شرط بتاتے ہوئے کہا۔

"بیشمار والی بات تو واقعی غلط ہے اور تمہاری یہ بات بھی غلط ہے کہ یہاں ڈیزل سے چلنے والی کاریں سرے سے ہیں ہی نہیں۔ ادھیڑ عمر سیزمین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چلو چھیٹی ہوئی۔ ہم دونوں ہی غلط، لہذا شرط برابر۔ شہزاد نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں، تم نے کہا تھا کہ ایک بھی نہیں ہے اب اگر ایک بھی ہوئی تو شرط میں جیت گیا۔ فیصل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بھئی تم نے لفظ بیشمار کہا تھا اور یہاں اگر ہوں گی بھی سہی تو زیادہ سے زیادہ ایک ہوگی یا دو ہوں گی۔ بیشمار نہیں ہو سکتیں۔ کیوں جناب؟ شہزاد نے سیزمین سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بھئی شرط کے متعلق تو تم جانو۔ البتہ اس شہر میں اب تک میری نظر سے صرف چار ڈیزل کاریں گزری ہیں۔ سیزمین نے جواب دیا۔

"چلو فیصل اس بات پر شرط لگاؤ کہ ان چاروں میں سے کوئی بھی کار سرخ رنگ کی نہیں ہوگی کیونکہ سرخ رنگ کی کار لوگ کم پسند کرتے ہیں۔ شہزاد نے کہا۔

"نہیں بڑے! یہاں سرخ رنگ کی ڈیزل کار بھی موجود ہے۔ اس لیے شرط مت لگاؤ۔ بار جاؤ گے۔ سیزمین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا تمام کاریں سرخ رنگ کی ہیں؟ شہزاد نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں! ایک کار سرخ رنگ کی ہے اور وہ مسٹر جارج کی ہے۔ بالکل نئی۔ وہ ہمارے پٹرول پمپ سے ہی ڈیزل بھرتاتے ہیں۔ سیزمین نے جواب دیا۔ "مسٹر جارج، تو کیا وہ کوئی غیر ملکی ہے؟ شہزاد نے چونک کر کہا۔

"ہاں وہ غیر ملکی ہیں اور مالابار سائیڈ سٹیٹ کی کوٹھی نمبر چودہ میں رہتے ہیں۔ میں نے ایک بار وہ

نہیں بھئی۔ ان تینوں مجرموں نے خودکشی کر لی
 ہے۔ ان کے پاس زہریلے کپسول تھے وہ انہوں
 نے کھالیے۔ کرنل عرفی نے جواب دیا۔
 انکل! اگر میں نقاب پوش کا پتہ بتا دوں تو آپ
 مقام میں مجھے کیا کھلائیں گے؟ شہزاد نے مسکراتے
 ہوئے کہا۔

بھئی چھوڑو مذاق مت کرو۔ میں اس وقت بہت
 الجھا ہوا ہوں۔ کرنل عرفی نے قدسے تلخ ہلچے
 میں کہا۔

شہزاد سچ کہہ رہا ہے انکل! اس نے نقاب
 پوش کا پتہ چلا لیا ہے۔ ہم اس کی کوشش بھی
 دیکھ آتے ہیں۔ فیصل نے کہا۔
 اچھا! وہ کیسے؟ کرنل عرفی فیصل کی بات سنکر
 ہنسنے لگا اور پھر شہزاد نے سرخ کار والی تمام
 بات انہیں تفصیل سے بتادی۔

مسٹر جارج اذامتہ وہ نقاب پوش ہے اس گروہ
 کے سرغنہ۔ کرنل عرفی یوں اچھل پڑے جیسے ان کے
 سر پر بم پھٹ پڑا ہو۔
 آپ کو اس قدر حیرت کیوں ہوئی انکل؟ شہزاد

کار وہاں کھڑی دیکھی تھی۔ سیزمین نے جواب دیا۔
 "چلو ہوگا۔ اچھا بھئی شرط ختم۔ بہت بہت شکریہ
 جناب۔ شہزاد نے اکتائے ہوئے ہلچے میں کہا اور
 پھر وہ فیصل کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔
 بھئی کمال کر دیا تم نے۔ کتنی آسانی سے اس
 نقاب پوش کا پتہ لگا لیا۔ فیصل نے خوشی سے
 اچھلتے ہوئے کہا۔

چلو وہ کوشش بھی دیکھ لیں۔ شہزاد نے کہا اور
 پھر وہ دونوں مالابار سائیڈ سٹیٹ کی طرف چل پڑے۔

کرنل عرفی رات گئے کوشی واپس لوٹے تو
 وہ بڑے مایوس دکھائی دے رہے تھے۔ فیصل اور
 شہزاد ان کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔
 کچھ پتہ چلا انکل۔ شہزاد نے پوچھا۔

کر لیا تھا۔ رات ہم نے انہیں گرفتار کر لیا ہے اور اب تک اس نے تمام جرموں کا اقرار کر لیا ہے۔ کرنل عرفی نے خوشی سے بھرپور ہلچے میں کہا۔
"اگلے آپ کا خاناں بڑا کھل ہے۔ میرا پیٹ ہی نہیں بھرتا اور وہ کہہ دیتا ہے کہ کھانا ختم ہو گیا ہے۔" شہزاد نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"تم جس قدر چاہو کھاؤ شہزاد۔ تمہارے لیے کھانے کی کوئی کمی نہیں ہو سکتی۔" خاناں، خاناں۔ کرنل عرفی نے پیچھے ہوتے کہا۔ اور شہزاد اور فیصل کی خوشی پر بے اختیار مسکرا دیے۔

ختم شد

نے پوچھا۔ اگر واقعی وہ نقاب پوش ہے تو پھر مجھے حیرت سے مرعبا چاہیے۔ جارج ادناقت ہمارے ملک کے دفاعی مشیر ہیں۔ ہماری حکومت نے خاص طور پر انہیں بلوایا ہے تاکہ وہ ملک کے بہتر دفاع کے لئے منصوبے تیار کر سکیں۔ وہ واقعی آجکل گرمیاں گزارنے مالابار آئے ہوئے ہیں۔" کرنل عرفی نے بتایا اور پھر وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے کمرے سے باہر نکلتے چلے گئے۔

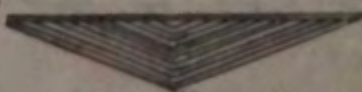
"چلو یار! خاناں سے پوچھیں۔ کچھ کھانے کے لئے موجود ہے۔" شہزاد نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

کرنل عرفی دوسرے روز صبح واپس آئے اور آتے ہی انہوں نے شہزاد اور فیصل کو گلے لگا لیا۔
"بہت خوب میسر ہو گیا تم نے واقعی ایک قابلِ قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔ مسٹر جارج ادناقت واقعی وہ نقاب پوش تھے۔ مگر اصلی جارج ادناقت نہیں۔ یہ نقاب پوش ایک غیر ملکی جاسوس تھا اور اس نے مسٹر جارج کو قتل کر کے اس کا میک اپ

بچوں کے لیے پراسرار جاسوسی سیریز کا ناقابل فراموش ناول

پراسرار گڑیا

مصنف منظر کلیم ایم اے



پراسرار گڑیا جس کی خاطر بڑے بڑے مجرم اپنی جان پر کھیل گئے۔
پراسرار گڑیا جسے مجرم ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتے تھے۔
شہزاد اور فیصل کے قبضے سے پراسرار گڑیا مجرموں نے حاصل کر لی مگر —؟
ڈریگولا — ایک عجیب و غریب کردار — جو شہزاد اور فیصل کا
ساتھی تھا۔

پراسرار گڑیا — جس کے لیے شہزاد فیصل اور ڈریگولا نے مجرموں
کے ساتھ خوفناک ذہنی جنگ لڑی۔
پراسرار گڑیا کا راز کیا تھا —؟ کیا مجرم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے؟

ایکشن، سہنسی اور قہقہوں سے بھرا پورا ناول
مشاق ہو گیا ہے، آج ہی طلبہ فرمائیں

یوسف برادرز پبلشرز، بکسلیرز پاک گیٹ ملتان